ڈاکٹر محمود الحسن عارف☆

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

”رسولِ عدل و مساوات“

جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں ”بارانِ رحمت“ بن کر تشریف لائے، اس وقت دنیا ہر قسم کے ظلم و استحصال، جور و تعدی کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی۔ اور ہر طرف جہالت، جبر اور ناانصافی کا دور دورہ تھا۔ اونچی نسل اور اعلیٰ طبقے کے لوگ ہر طرح کی زیادتی، ہر نوع کے ظلم و جبر کو اپنا حقِ منصبی خیال کرتے تھے۔ چنانچہ ایک طرف ظالم و قاہر حکمرانوں کے سائے تلے، انسانیت پڑی سسک رہی تھی تو دوسری طرف تمام بڑے بڑے مذاہب اپنی افادیت کھو کر محض رسم و رواج کا مجموعہ بن چکے تھے۔ مولانا حالیؔ نے اپنی مسدس میں اس دور کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

نہ وہ دور دورہ تھا عبرانیوں کا
نہ یہ بخت و اقبال نصرانیوں کا
پرا گندہ دفتر تھا یونانیوں کا
پریشان تھا شیرازہ ساسانیوں کا
جہاز اہلِ روما کا تھا ڈگمگاتا
چراغ اہل ایران کا تھا ٹمٹاتا

درحقیقت اس وقت انسانیت مختلف خاندانوں اور قبیلوں میں بٹی ہوئی تھی، اور لوگ اس کے حوالے سے ایک دوسرے کی عزت و تکریم اور ان کے لئے حقوق و مراعات کا تعین کرتے تھے۔ اس لئے اس معاشرے میں غریبوں، یتیموں، بیواؤں، بوڑھوں، اپاہجوں اور

☆ صدر شعبہ اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور،

مفلس لوگوں کے کوئی حقوق تھے اور نہ ان کی قدر و منزلت تھی۔ نوبت یہاں تک پہنچی ہوئی تھی کہ بڑے طبقے کے لوگ غرباء کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھنا گوارہ نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ سورۂ کہف کی آیت ۲۸ کے تحت مفسرین نے لکھا ہے!

یعنی صنادیدِ قریش نے آپ سے کہا کہ اگر آپ ان رذیلوں کو اپنے پاس سے اٹھا دیں تو سردار آپ کے پاس بیٹھ سکیں (گے)۔ ممکن ہے آپ کے دل میں یہ خیال گزرا ہو، کہ ان غرباء کو علیحدہ کر دینے میں کیا مضائقہ ہے۔ وہ تو پکے مسلمان ہیں، مصلحت پر نظر کر کے رنجیدہ نہ ہوں گے۔ اور یہ دولت مند اس صورت میں اسلام قبول کرلیں گے، اس پر آیت اتری کہ آپ ہرگز متکبرین کا کہنا مانیئے۔ کیونکہ یہ بیہودہ فرمائش ہے۔ جو ظاہر کرتی ہے کہ ان میں حقیقی ایمان کا رنگ قبول کرنے کی استعداد نہیں۔ (۱)

گویا ان لوگوں کا یہ خیال تھا کہ ان کے لئے دین بھی علیحدہ ہونا چاہئے۔ اسی لئے سورۂ کہف میں ان کے خیالات کی ترجمانی کرتے ہوئے یہ فرمایا گیا!

وَمَا اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّىْ لَاَ جِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ○ (۲)

اور میں نہیں خیال کرتا ہوں کہ قیامت آنے والی ہے، اور اگر میں لوٹایا گیا اپنے رب کے پاس تو میں وہاں اس سے بہتر پاؤں گا،

الغرض انہیں غرباء کے ساتھ رہنا بھی گوارہ نہ تھا۔ اور ان کا یہ خیال تھا کہ ان کے لئے ''میدان حشر'' میں بھی امتیازی سلوک روا رکھا جائے گا۔

اور ان کے ظلم و استحصال کا یہ حال تھا کہ یہ لوگ بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ سوتیلی ماؤں اور دیگر رشتہ دار خواتین کے شوہروں کی وفات پر، ان کے زبردستی مالک ہو جاتے تھے۔ راہ چلتے مسافروں اور اجنبیوں کو لوٹنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ لوٹ مار، قتل و غارت گری ان کے پسندیدہ مشاغل تھے۔

ان حالات میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسانیت کے نجات دھندہ اور اس کے مصلح و ہادی بن کر تشریف لائے اور آپؐ نے اپنے عظیم الشان اور تاریخی مشن کا آغاز کیا تو حقوق و مراعات پر قابض اور مسلط طبقے نے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے

خلاف ایک بہت بڑا محاذ قائم کرلیا۔ یہ لوگ اسلام کے اس انقلاب سے خائف تھے۔ جو آقا اور غلام، حاکم و محکوم، شاہ و گدا، اور زبردست و زیردست کو ایک ہی صف اور ایک ہی کلاس میں جمع کرنے کا داعی ہے۔ جس نے پہلی مرتبہ دنیا کے مظلوم و ستم رسیدہ لوگوں کے حق میں ان کی حمایت میں آزادانہ آواز اٹھائی۔ اور دنیا میں ہر قسم کی ناانصافی اور ہر قسم کے جورو استحصال کا خاتمہ کرکے، ایک پاکیزہ اور صالح دور کا آغاز کیا۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس پاکیزہ اور عظیم الشان انقلاب کا آغاز ان کے اجتماعی ناموں کی تبدیلی سے کیا۔ اور اسلام قبول کرنے والے ہر شخص کو، خواہ اس کا تعلق کسی بھی رنگ، نسل یا قومیت سے تھا۔ انہیں باہم شیر و شکر کرنے کے لئے ایک ہی "ظلِ ہمایونی" نام عطا کیا۔ یعنی ان سب کے "مسلمان" (مسلم) ہونے کا اعلان فرمایا، قرآن مجید میں مسلمانوں کے اس پاکیزہ نام کی نسبت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے۔ سورۂ حج میں ہے۔

هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ڏ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا۔(۳)

اس (اللہ) نے تم کو (اور امتوں) سے ممتاز فرمایا اور اس نے تم پر دین کے احکام میں کسی قسم کی تنگی نہیں رکھی، تم اپنے باپ ابراہیم کی اس ملت پر ہمیشہ قائم رہو، اس نے تمہارا لقب مسلمان رکھا ہے نزول قرآن سے پہلے بھی اور اس (قرآن) میں بھی۔

اس طرح رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جور و تعدی کے نظام کو مٹانے کے لئے "وحدانیت" کا عالمگیر اور آفاقی تصور پیش کیا۔ یعنی ایک خدا، ایک رسول، ایک کتاب اور ایک دین کا نظریہ،

نظریۂ توحید بذات خود عدل و مساواتِ انسانی کا مظہر ہے۔ جب تمام انسانوں کا خالق و مالک ایک ہے۔ تو پھر انسانوں میں چھوٹے اور بڑے، اونچی نسل اور چھوٹی نسل ہونے،

آقا اور غلام ہونے کے کیا معنی۔ چونکہ سب انسانوں کا خالق ایک ہے لہٰذا تمام انسان اس کے سامنے یکساں حقیقت اور حیثیت کے حامل ہیں۔

اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ○ (۴)

یہ تمہاری امت ایک ہی ہے اور میں تمہارا رب ہوں، سو مجھ سے ڈرتے رہو۔

الغرض عقیدۂ توحید، جہاں مسلمانوں کی مذہبی تگ و دو کا مرکز ہے، وہاں یہ عقیدہ مسلمانوں کی معاشرتی، سیاسی اور سماجی ترکتازیوں کا محور بھی ہے۔ مسلمانوں کی ہر بات اس سے شروع ہوتی ہے اور اسی پر جاکر منتہی ہوتی ہے۔

اسلام کے صالح انقلاب کے امتیازی اوصاف

یوں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جو دین رحمت لے کر تشریف لائے اس کی تفصیل کے لئے بڑے بڑے دفتر بھی ناکافی ہیں۔ تاہم اگر اس کا خلاصہ دیکھنا چاہیں، تو وہ سورۂ نحل کی حسب ذیل آیت میں مطالعہ کیا جاسکتا ہے!

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ج يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ○(۵)

بیشک اللہ تعالیٰ عدل و احسان اور اہل قرابت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں اور کھلی برائی اور مطلق برائی اور ظلم سے منع فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تم کو اس لئے نصیحت فرماتے ہیں کہ تم نصیحت قبول کرو۔

اس آیت میں اگرچہ تین باتوں کا حکم اور تین باتوں سے ممانعت کی گئی ہے، لیکن حق یہ ہے کہ اس کے پہلے جملے میں پوری آیت کا ملخص موجود ہے، یعنی اس جملے میں ''اللہ تم کو عدل کا حکم دیتا ہے''

''عدل'' سے مراد عدالتی عدل و انصاف'' ہی نہیں بلکہ زندگی کے ہر ایک شعبے

میں عدل کا اظہار ہے، اور عدل کا مطلب ہے!

وضع الشئ فی محله (۶)

ہر شئ کو ٹھیک اس کی جگہ انجام دینا۔

علامہ بیضاوی نے عدل کا مفہوم یہ بیان کیا ہے!

ای بالتو سط فی الامور اعتقادا و عملاً و خلقاً (۷)

تمام علمی اور عملی امور اور اعتقادات میں توسط و میانہ روی اختیار کرنا۔

بالفاظ دیگر اسلام یہ چاہتا ہے کہ مسلمان اپنے جملہ معاملات و مسائل، اپنے تمام امور و مشاغل اور اپنے ہر قسم کے کاموں میں میانہ روی اور اعتدال و توسط کی راہ اپنائیں، اعتدال و توسط کی اسی شاہرہ پر چلنے کا نام ''صراط مستقیم'' ہے، جس کی اسلام لوگوں کو تاکید کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاف ستھری اور پاکیزہ تعلیمات میں ہمیں عدل و مساوات کے اس اصول کا بڑی کثرت سے ذکر ملتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جور و تعدی سے پاک اور عدل و مساوات کے سنہری اصولوں سے مزین اسلامی معاشرے کی تشکیل و تعمیر کے لئے حسب ذیل چار اصول پیش فرمائے ہیں۔ اور انہیں پر اسلامی معاشرے کی اساس رکھی ہے۔

۱- ہر شخص کے لئے یکساں آزادی و حریت،

۲- ہر شخص کے لئے یکساں عزت و تکریم،

۳- حقوق و مراعات میں مساوات،

۴- معاشرے کے تمام لوگوں کے لئے یکساں مواقع معیشت کا حصول،

ان نکات کی تفصیل حسب ذیل ہے!

۱- ہر شخص کیلئے یکساں آزادی و حریت

جہاں تک پہلے نکتے، یعنی ''آزادی اور حریت میں مساوات کے نظریئے'' کا تعلق

ہے تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی دنیا میں پہلی مرتبہ تمام انسانوں کی آزادی و حریت کا نعرہ بلند کیا اور اپنے ماننے والوں کو اس پر عمل پیرا ہونے کی تاکید فرمائی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو اس وقت ساری دنیا میں غلامی کا رواج زوروں پر تھا۔ معمولی معمولی جنگوں پر ایک دوسرے کے اہل و عیال کو لونڈی غلام بنالیا جاتا تھا۔ ان حالات میں یہ تو ممکن نہ تھا کہ یک بارگی اس نظام کو ختم کر دیا جائے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی پاکیزہ تعلیمات میں "انسداد غلامی" کے لئے تمام اساسی باتیں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر غلاموں کی آزادی کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی نیکی ہے۔

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ○ وَمَا اَدْرَاكَ مَا لْعَقَبَةُ ○ فَكُّ رَقَبَةٍ○(۸)

سو وہ شخص دین کی گھاٹی میں سے ہو کر نہ نکلا، اور آپ کو کیا معلوم کہ وہ گھاٹی کیا ہے۔ وہ کسی کی گردن کو غلامی سے چھڑاتا ہے،

اسی طرح قتل خطاء، ظہار، اور قسم توڑ دینے وغیرہ کے کفاروں میں غلام کی آزادی کا حکم کیا گیا۔ نیز غلاموں کو **بعضکم من بعض** (سو وہ لوگ تم ہی میں سے ہیں) کہہ کر اُن کو مسلم معاشرے کا حصہ دار بنادیا۔ (۹)

اسی طرح فرمان نبوی ﷺ ہے!

کل مولود یولد علی الفطرۃ (۱۰)

ہر بچہ فطرت (سلیمہ) پر پیدا ہوتا ہے۔

اس سے اگرچہ یہاں مراد ہر بچے کا باطل مذاہب کی قید سے آزاد ہونا ہے۔ مگر فطرت سلیمہ کی اس خصوصیت میں اس کی آزادی اور حریت بھی شامل ہے۔

۲- ہر شخص کیلئے یکساں عزت و تکریم

جہاں تک یکساں عزت و تکریم کے اصول کا تعلق ہے، تو اس سے مراد یہ ہے کہ ہر انسان، خواہ اس کا تعلق کسی بھی ذات، یا رنگ یا نسل یا طبقے سے ہو ایک جیسے ادب و احترام کا

مستحق ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ آدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ع (۱۱)

اور ہم نے اولاد آدم کو عزت بخشی ہے اور ان کو جنگل اور دریا میں سواری دی اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی ہے۔

لہذا ذات، نسل یا رنگ کی بنیاد پر اگر کوئی شخص دوسرے کی عزت کرتا ہے یا کسی کو نفرت یا حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے تو یہ اسلام کے بنیادی اصولوں کی نفی ہے۔

ان ہدایات پر پابندی کا یہ عالم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں بہت کم جنگوں میں غلامی کا نظام اپنایا۔ زیادہ لڑائیوں میں آپ نے قیدی بنانے کا متوازن اصول قائم کیا اور انہیں مختلف شرائط کے ساتھ ان کے قبیلوں کو واپس کیا۔ وصال کے وقت آپ کے پاس جتنے غلام تھے سب کو آزاد کر دیا۔

اس کے برعکس اسلام نے بڑائی اور فضیلت کی اساس "تقویٰ" اور خوف خداوندی پر رکھی ہے اور اعلان فرمایا!

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝ (۱۲)

اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور تم کو مختلف قومیں اور خاندان بنادیا ہے کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بیشک تم سب سے پرہیزگار تو اللہ کے نزدیک معزز تر ہے۔

اسلام کی نظروں میں گویا ایک ادنیٰ ذات کا فرد اگر تقویٰ اور پرہیزگاری کے اصول پر عمل پیرا ہے تو اس شخص کی نسبت وہ زیادہ معزز و محترم ہے، جو بادشاہ کا بیٹا ہونے کے

باوجود ورع و تقویٰ کے اس معیار پر پورا نہیں ہے۔

۳- حقوق و مراعات میں مساوات کے نظریئے

اس سے مراد یہ ہے کہ ہر مسلمان تمام سماجی سیاسی اور عائلی معاملات میں ایک دوسرے کے مساوی ہے۔

اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تفریق، برتری اور غلبے و استیلاء کے وہ تمام نظریئے باطل قرار دیئے جو بعثتِ نبوی ﷺ سے قبل سماجی جبر و استحصال کا ذریعہ بنے ہوئے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید نے اس نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے!

يَآ يُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوا لَايَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّن نِّسَآءٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ج وَلَا تَلْمِزُوٓا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَا بَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْاِ يْمَانِ – (۱۳)

اے اہلِ ایمان کوئی قوم دوسری قوم کا تمسخر نہ کرے ممکن ہے وہ لوگ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے تمسخر کریں ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور اپنے مومن بھائیوں کو عیب نہ لگاؤ نہ ایک دوسرے کا نام رکھو۔ ایمان لانے کے بعد برا نام رکھنا گناہ ہے۔

اسی طرح حجۃ الوداع کے موقع پر رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے "حقوق انسانی" کا جو چارٹر دنیا کے سامنے پیش کیا، اس میں خاص طور پر یہ جملہ بھی تھا!

الا لافضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لا حمر علی اسود ولا اسود علی احمر الا بالتقویٰ کلکم لآدم وآدم من تراب (۱۴)

یاد رکھو کسی عربی کو عجمی اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں، یاد رکھو کسی سرخ کو کالے پر اور کسی کالے کو سرخ پر کوئی فضیلت

نہیں، بجز تقویٰ کے، تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے
تھے۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سماجی اور طبقاتی تفاوت پر مبنی نظام کو لپیٹ کر تمام انسانوں کے ایک ہونے اور حقوق و مراعات میں ان کے یکساں ہونے کا انقلابی نظریہ پیش کیا۔ جو اس وقت اقوام متحدہ کے چارٹر کی اساس ہے۔

۴۔ مواقع معیشت میں یکسانیت

مواقع معیشت کے حصول سے مراد یہ ہے کہ ایک علاقے میں رہنے والے تمام لوگوں کو اپنے اور اپنے خاندان کی کفالت کے لئے روزی کمانے کی آزادی ہو اور تمام لوگوں کو بلا کسی تفریق کے، یکساں مواقع معیشت فراہم کئے جائیں۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ (۱۵)

اور ہم نے زمین میں تمہارا ٹھکانہ بنایا اور اس میں تمہارے لئے
مواقع معیشت پیدا کئے۔

اور اگر کسی شخص کے وسائل اس کی ضروریات کی کفالت نہ کریں، تو حکومت اسلامیہ پر اس کی ضروریات کی کفالت کرنا ضروری ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن حزم نے اپنی کتاب المحلی میں اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔

اسلام کی ان تعلیمات نے خیالی نہیں بلکہ حقیقی انقلاب پیدا کیا۔ یہ اسی کا اثر تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی حضرت بلالؓ جیسے آزاد شدہ غلام کو "یا سیدی" (اے میرے سردار) کہہ کر بلاتے تھے۔ اور دور خلافت میں حضرت عمر فاروقؓ جب شام تشریف لے گئے تو اس شان کے ساتھ کہ غلام اونٹنی پر سوار ہے اور خلیفۃ المسلمین اونٹ کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چل رہا ہے۔ یہ اسی کا احساس تھا کہ حضرت عمر فاروقؓ بھوکے خاندان کے لئے غلے اور سامان سے بھری ہوئی بوری اپنی کمر پر لاد کر چل رہے ہیں اور آپ کے غلام آپ کے ساتھ ساتھ خالی جا رہے ہیں۔(۱۶)

یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ موتہ کے موقع پر

قریشی سرداروں کو اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کی قیادت میں جہاد کے لئے بھیجا اور حیات طیبہ کے آخری معرکے میں جو عظیم الشان لشکر ترتیب دیا، جس میں کبار صحابہؓ بھی شامل تھے۔ اس کی سیادت غلام زادہ حضرت اسامہؓ کو مرحمت فرمائی۔ مگر کسی صحابیؓ نے اس موقع پر ان کی قیادت و سیادت پر اعتراض نہ کیا۔ اور پھر یہ اسی کا اثر تھا کہ مسلمانوں کے آزاد کردہ غلام اور ان کے ہونہار بیٹے تمام علمی اور فکری دنیا پر چھا گئے اور بڑے بڑے عرب ان کی حاشیہ نشینی کو اپنے لئے باعث فخر خیال کرتے تھے۔

حوالہ جات

۱۔ تفسیر عثمانی، مطبوعہ لاہور، ص ۳۸۴،
۲۔ سورۃ الکہف، آیت ۳۶،
۳۔ سورۃ الحج، آیت ۷۸،
۴۔ سورۃ المومنون، آیت ۵۲،
۵۔ سورۃ النحل، آیت ۹۰،
۶۔ ابن منظور الافریقی، لسان العرب، بزیل مادہ،
۷۔ البیضاوی، تفسیر سورۃ النحل آیت ۹۰،
۸۔ سورۃ البلد، آیت ۱۱-۱۳
۹۔ سورۃ النساء، آیت ۴/۲۵،
۱۰۔ البخاری، کتاب التفسیر (تفسیر سورۃ الروم)
۱۱۔ سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۷۰،
۱۲۔ سورۃ الحجرات، آیت ۱۳،
۱۳۔ سورۃ الحجرات آیت ۱۱،
۱۴۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۵۷۰، رقم ۲۲۹۷۸، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۹۳ء،
۱۵۔ سورۃ الاعراف، آیت ۱۰،
۱۶۔ شبلی نعمانی، الفاروق،